مولانا عبدالستار گوندل

تعارف الحدیث

"عن ابن عباسؓ قال لما نزلت وانذر عشيرتك الاقربين صعد النبي صلى الله عليه وسلم الصفا فجعل ينادي يا بني فهر يا بني عدي لبطون قريش حتى اجتمعوا فقال ارأيتكم لو اخبرتكم ان خيلا بالوادي تريد ان تغير عليكم اكنتم مصدقي قالوا نعم ما جربنا عليك الا صدقا قال فاني نذير لكم بين يدي عذاب شديد فقال ابو لهب تبا لك سائر اليوم الهذا جمعتنا فنزلت تبت يدا ابي لهب وتب متفق عليه وفي رواية نادى يا بني عبد مناف انما مثلي ومثلكم كمثل رجل راى العدو فانطلق يربأ اهله فخشي ان يسبقوه فجعل يهتف يا صباحاه"

ترجمہ: "حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہتے ہیں، جب یہ آیت نازل ہوئی "اور ڈرا دے اپنے قریب کے کنبے والوں کو" تو چڑھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی پر، پھر پکار کر کہنے لگے، اے فہر کی اولاد، اے عدی کی اولاد (یہ سب قریش کے خاندان تھے) یہاں تک کہ یہ سب جمع ہو گئے۔ پھر فرمایا، بتاؤ اگر میں تمہیں خبر دوں کہ ترائی میں سوار ہیں اور تم کو لوٹ لینے کا ارادہ رکھتے ہیں کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ سب نے کہا، ہاں! آپ کو ہم نے سوائے سچ کے کچھ بولتے نہیں دیکھا۔ فرمایا تو سن لو اگر تم ایمان نہ لاتے تو میں تمہیں ایک سخت عذاب سے ڈراتا ہوں۔ یہ سن کر ابولہب بولا! تباہی ہو تیرے لیے باقی دن میں

کیا ہمیں تو نے اسی لیے جمع کیا تھا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی "تباہ ہوئے ابو لہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہوا"۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے پکار کر کہا، اے عبدِ مناف کی اولاد، تمہاری اور میری مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے دشمن کو چڑھ کر آتے دیکھا تو وہ دوڑا کہ اپنے لوگوں کو بچا لے، پھر اسے ڈر ہوا کہ کہیں دشمن مجھ سے پہلے نہ پہنچ جائیں اس لیے اس نے چلانا شروع کیا، لوگو بچنا دشمن تمھیں لوٹنے مارنے کے لیے آ پہنچا ہے۔"

یہ ابتدائے اسلام کا ذکر ہے اور ان دنوں کی بات ہے جب حضورؐ اور آپؐ کے ماننے والے اپنے اپنے گھروں میں چھپ کر اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اس وقت سورۃ الشعراء کی یہ آیت اتری:

"وانذر عشیرتک الاقربین"

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ آپ کو تبلیغِ دین کا کام سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں ہی سے شروع کرنا ہے، سب سے پہلے انہی کو ڈرایئے۔

آپؐ نے یہ حکم سن کر صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر قریش کو جمع کیا اور پوچھا، بتاؤ میں نے تم سے کبھی کوئی جھوٹی بات کہی ہے؟ سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا کہ ہم نے آپ کے منہ سے سوائے سچ کے کچھ نہیں سنا، آپؐ نے فرمایا تو پھر سن لو کہ اگر اللہ کے سخت عذاب سے بچنا ہے تو میرا کہنا مانو۔ عذاب یقینی ہے اور اس کے بغیر تم آنے والے عذاب سے نہیں بچ سکتے، لیکن چونکہ جھوٹوں کا یہ شیوہ ہے کہ جب باتوں میں ہار جاتے ہیں تو بد [illegible] آتے ہیں۔ اور واہی تباہی اور بکواس کرنے لگتے ہیں۔ ان لوگوں میں ابو لہب [illegible] بد دماغ تھا۔ ادھر رشتہ میں بھی بڑا تھا لیکن اتنی عقل نہ تھی کہ اپنے بھتیجے کی باتیں [illegible] ان کی قدر کرتا۔ اس نے غضب ناک ہو کر آپؐ کی نسبت نامناسب الفاظ استعمال کیے۔ وہی الفاظ بعینہٖ لیکن زیادہ زور کے ساتھ قرآن مجید کے اندر اس کے حق میں نازل ہوتے اور وہ ہمیشہ کے لیے راندہ درگاہ ہو گیا۔ اللہ کے لیے شمار بندے رات دن سورۃ اللہب پڑھتے ہیں اور اللہ عزوجل کے بتائے ہوئے الفاظ دوہراتے ہیں۔ اور اسے قیامت تک کوستے رہیں گے!

"عن ابی ھریرۃ قال لما نزلت وانذر عشیرتک الاقربین"

دعا النبي صلى الله عليه وسلم قريشا فاجتمعوا فعم وخص فقال يا بني كعب بن لؤي انقذوا انفسكم من النار، يا بني مرة بن كعب انقذوا انفسكم من النار، يا بني عبد شمس انقذوا انفسكم من النار، يا بني هاشم انقذوا انفسكم من النار، يا بني عبد المطلب انقذوا انفسكم من النار، يا فاطمة انقذي نفسك من النار فاني لا املك لكم من الله شيئا، غير ان لكم رحما سأبلها ببلالها" رواه مسلم وفي المتفق عليه- يا معشر قريش اشتروا انفسكم لا اغني عنكم من الله شيئا و يا صفية عمة رسول الله لا اغني عنك من الله شيئا- و يا فاطمة بنت محمد سليني ما شئت من مالي لا اغني عنك من الله شيئا" (مشکوٰۃ)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں جب یہ آیت "اور ڈرا دے اپنے قریبی رشتہ داروں کو" نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو پکارا، جب وہ جمع ہو گئے تو آپ نے پہلے سب سے عام طور پر اور پھر ایک ایک کا نام لے کر فرمایا، اے کعب بن لوی کی اولاد، اپنی جانوں کو آگ سے چھڑاؤ، اے مرہ کی اولاد اپنی جانوں کو آگ سے چھڑاؤ اے عبد شمس کی اولاد اپنی جانوں کو آگ سے چھڑاؤ، اے عبد مناف کی اولاد اپنی جانوں کو آگ سے چھڑاؤ، اے ہاشم کی اولاد اپنی جانوں کو آگ سے چھڑاؤ، اے عبد المطلب کی اولاد اپنی جانوں کو آگ سے چھڑاؤ، اے فاطمہ اپنی جان آگ سے بچا۔ اللہ عزوجل کے سامنے میرے پاس تمہیں بچانے کے لیے کوئی طاقت نہیں۔ ہاں تم سے اس دنیا میں میرا رشتہ ضرور ہے اس رشتہ کے مناسب میں دنیا میں تم سے سلوک کروں گا۔ یہ مسلم کی حدیث ہے اور جو بخاری و مسلم دونوں نے بالاتفاق روایت کی ہے اس میں ہے اے قریش کی جماعت اپنی جانوں کو خریدو، میں اللہ کے سامنے تمہارے لیے

کچھ نہیں کرسکتا۔ اے عبد مناف میں اللہ کے ہاں تیرے کچھ کام نہ آؤں گا اور صفیہ رسول اللہ کی پھوپھی۔ میں اللہ کے ہاں تیرے کچھ کام نہ آؤں گا، اور اے فاطمہؓ! محمدؐ کی بیٹی میرے مال میں سے جو کچھ تجھے درکار ہو لے لے، اللہ کے ہاں میں تیرے کچھ کام نہ آؤں گا۔"

اس حدیث میں آپ نے صاف طور پر بتا دیا کہ ہر شخص کا اللہ کے سامنے اپنا معاملہ ہے۔ اس کی رضا مندی ہر آدمی کو خود اس کی بندگی کر کے حاصل کرنی چاہیے۔ دوسرے کا عمل اس کے کچھ کام نہ آئے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف گوئی کو اس حد تک پہنچا دیا کہ اپنی صاحبزادی، اپنے چچا اور سگی پھوپھی کو بھی ڈرائے بغیر نہ چھوڑا اور ان سے کہہ دیا کہ یہ نہ سمجھنا کہ میرا قریبی رشتہ دار ہونا آخرت میں تمہارے کچھ کام آئے گا۔ وہاں تو ہر ایک سے کہا جائے گا کہ تو نے اپنے واسطے کیا کیا ہے؟ وہاں کسی بڑے آدمی کا رشتہ دار یا بھائی بند ہونا، کنبہ اور برادری میں ہونا کچھ فائدہ نہ دے گا۔ ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق سزا اور جزا جس کا بھی وہ مستحق ہوگا ملے گی۔

"عن ابن مسعودؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نام علی حصیر فقام وقد اثر فی جسدہ فقال ابن مسعودؓ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو امرتنا ان نبسط لک ونعمل فقال ما لی وللدنیا وما انا والدنیا الا کراکب استظل تحت شجرۃ ثم راح وترکہا" (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: "ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر سو گئے، اٹھے تو اس کے نشان آپ کے جسم مبارک پر پڑے ہوئے تھے۔ اس پر ابن مسعودؓ نے کہا "حضرت ہم کو حکم دیجئے کہ آپ کے لیے ایک بستر بچھا دیں اور آپ کے آرام کا سامان مہیا کریں"۔ فرمایا "مجھے دنیا سے کیا کام ہے؟ میرا اور دنیا کا اتنا ہی ساتھ ہے جیسے ایک سوار ایک درخت کے سایہ میں کچھ دیر ٹھہرا پھر اس کو چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔"

غور کیجئے، یہ حدیث شریف کیا کیا باتیں سکھاتی ہے کہ ہر شخص اپنے پر اور ان کے

آتے … آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے دنیا میں آرام و آسائش کی زندگی مطلوب نہیں ہوتی۔ خاص کر وہ لوگ جو دوسروں کے سردار اور رہنما ہوں اور اپنے آپ کو لوگوں کا راہنما اور لیڈر قرار دیں۔ ان کو کسی طرح زیب نہیں دیتا کہ ٹھاٹ باٹ کے دلدادہ ہوں اور بہترین فرش و فروش، نرم نرم گدوں اور لمبے پلنگوں کے ایک دم گرویدہ ہو جائیں۔ رسول اللہ دو جہان کے سردار، راہنما، قائد، حکمران اور آقا سب کچھ تھے۔ لوگ آپؐ کے ایک اشارہ پر سب کچھ حاضر کرنے کے لیے تیار تھے۔ آپؐ اگر چاہتے تو خوب عیش و آرام کی زندگی بسر کر سکتے تھے، لیکن … اس حدیث کو پڑھیے اور دیکھیے بدن پر موٹی چھوٹی قمیص تک نہیں۔ کھجور کی سخت چٹائی پر … کے بغیر لیٹ جاتے تھے اور بدن پر اس کے نشان پڑ جاتے تھے۔ آپؐ کے جانشینوں کا بھی ایک مدت تک یہی حال رہا۔ حضرت عمرؓ کی نصیحت جو انہوں نے لوگوں کو کی، ہمارے پاس موجود ہے، آپؓ نے فرمایا، آرام دہ نرم نرم لباس اور بستر کی عادت مت ڈالو، سادہ زندگی بسر کرو، محنت مشقت کی عادت ڈالو، آرام طلبی سے دور رہو۔

۲۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ مجھے دنیا سے یعنی اس کے آرام عیش اور شاندار ساز و سامان سے کچھ سروکار نہیں۔ اس میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ ضروریات زندگی سارے انسانوں کے لیے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک انسان کو اس کی ضرورت کے مطابق تمام چیزیں ملنی چاہئیں کسی شخص کو یہ حق نہیں کہ اپنے پاس دوسروں سے زیادہ سامان آرام و آسائش جمع کرے، جو شخص دوسروں کو برے حال میں چھوڑ کر بھی اپنا گھر بھرنا چاہتا ہے۔ وہ کسی طرح قائد اور رہنما نہیں ہو سکتا اس لیے لیڈروں اور راہنماؤں کے لیے مناسب یہی ہے کہ کم سے کم سامان پر اکتفا کریں اور دوسروں کے آرام و آسائش کا خیال کریں۔

۳۔ جب تک انسان یہ نہ سمجھ لے کہ وہ دنیا میں ایک مسافر ہے اور ایک دن ان سب چیزوں کو یہیں چھوڑ کر اکیلا سدھارے گا۔ اس وقت تک اس کی بنیادی زندگی صحیح طور پر درست نہیں ہو سکتی۔ مسافر ہر منزل پر اپنی ساری چیزیں یہیں چھوڑ کر چل دیتا ہے اور صرف وہی چیزیں ساتھ لیتا ہے جو اس کی آگے کی منزل پر کام آنے والی ہیں۔

۴۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ بظاہر سادہ زندگی بسر کرتے ہیں لیکن اپنی تجوریاں اور

بنک روپیہ سے بھرتے رہتے ہیں، وہ سب سے گئے گزرے ہیں، ان کو چاہیے کہ اس حدیث کو بار بار پڑھیں اور اس پر غور کریں۔

"عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرض علی ربی لیجعل لی بطحاء مکۃ ذھبا فقلت لا یارب ولکن اشبع یوما واجوع یوما۔ فاذا جئت تضرعت الیک وذکرتك واذا شبعت حمدتك وشکرتك۔ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: "حضرت ابو امامہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا میرے رب نے میرے سامنے تجویز پیش کی کہ تیرے لیے مکہ کی پتھریلی زمین کو سونے کا بنا دوں، میں نے عرض کیا کہ نہیں اے میرے رب میں یہ نہیں چاہتا، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھالوں اور دوسرے روز فاقہ سے رہوں، اس لیے کہ جب فاقہ ہو گا تو تیرے سامنے گڑگڑاؤں گا اور تیری یاد کروں گا اور جب پیٹ بھرے گا تو تیری خوبیاں بیان کروں گا اور تیرا شکر کروں گا۔"

کہاں ہیں وہ لوگ جن کو روپیہ، پیسہ، مال وزر جمع کرنے کی دھن ان کی زندگی کا جزو بن کر لپٹی ہوئی ہے جو سونے چاندی کو جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ ذرا ادھر آئیں اور اپنے سچے خیر خواہ اور حقیقی راہنما کے ارشاد پر غور کریں، انسان عموماً زر کا غلام ہے۔ اس کے حاصل کرنے میں وہ آرام، سکون اور نیند اور تفریح تک اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے۔ ہر وقت اس فکر میں رہتا ہے کہ کسی طرح مال وزر سے گھر بھر جائے اور پھر اس میں ہر لمحہ اضافہ ہی ہوتا چلا جائے۔ آمدنی میں ذرا کمی آئی اور اس کی جان پر بنی۔ زر حاصل کرنے میں وہ انسانیت سوز حرکتیں کرنے سے بھی نہیں چوکتا۔ چوری کرتا ہے، ڈاکے ڈالتا ہے۔ روپیہ پیسہ جمع کرنے کے لیے وہ ہر وقت ہر کام کرنے کے لیے تیار ہے۔ چور بازاری، دھوکے بازی، قتل، لڑائی، مارپیٹ، دنگا فساد، لڑائی، غنڈہ گردی، یہ سب پیسہ کا لالچ کراتا ہے۔ یہ پیسے ہی کی دھن ہے کہ دوسرے کو مارنے اور اپنے راستہ سے ہٹانے کے لیے بڑے بڑے مہلک ہتھیار ایجاد کیے جا رہے ہیں اور پیسے کے مقابلہ میں انسان کی زندگی کو کوئی اہمیت نہیں دی

جارہی ہے۔

ایک گروہ آپ کو ایسا بھی ملے گا جو آسانی سے مال پر قبضہ کرنے کے کچھ اور ہی طریقے سوچتا رہتا ہے۔ آپ نے کیمیا کے دھتیاروں کو دیکھا نہیں تو ان کا ذکر ضرور سنا ہوگا۔ ان کی عمریں اسی میں گزر لیں کہ کسی طرح کم قیمت دھات سونا ہو جائے تو ان کا کام بن جائے کوئی پارس کی پتھری کی دھن میں اپنے آپ کو بھی بھولا ہوا ہے۔ کوئی پیروں کے پیر قبل میں پڑتا ہے کہ کوئی ایسا وظیفہ بتا نے کہ صبح روزانہ روپوں کے نوٹ تکیہ کے نیچے سے نکل آئیں۔ مریدوں کو وظیفے سے مفت کا مال ملتا ہے یا نہیں؟

لیکن پیروں کی چاندی بن جاتی ہے اور ان کو بے محنت ومشقت ہزارہا نوٹ روزانہ نذرانہ کی صورت میں مل جاتے ہیں۔ غرض جس کو دیکھو مال کا دیوانہ ہے اور زر کے حصول کی کوشش میں پاگل بنا پھرتا ہے۔

یہ حدیث ہمیں سکھاتی ہے کہ زندگی کی خوشی مال وزر کے جمع کرنے سے حاصل نہیں ہوتی، بلکہ اس کی حرص دنیا میں سارے فسادوں کی جڑ ہے۔ انسان اگر امن وامان چاہتا ہے تو ضرورت سے زائد مال ودولت مفت بھی قبول نہ کرے۔ عقل مند وہ ہے جو دوسرے کی پیش کردہ دولت کے لینے سے انکار کر دے اور اس بات کو قبول کرے کہ زندگی میں تنگی آئے یا آسانی دونوں صورتیں اس کے لیے پسندیدہ ہیں، تاکہ دونوں حالتوں میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ بن سکے۔ اسے دونوں حالتوں میں دعا کرنے، صبر کرنے اور شکر گزار ہونے کے مواقع ملیں۔ اس کے بغیر انسان کے اندر کمال پیدا نہیں ہوتا۔ سرورِ کائنات ﷺ نے سونے چاندی کے ڈھیروں کی بجائے اس حال کو پسند فرمایا!

(بقیہ: تعارف وتبصرۂ کتب)

زیر نظر کتاب کے مصنف شیخ محمد اکرام مرحوم کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ نے رودِ کوثر، موجِ کوثر اور آبِ کوثر جیسی وقیع کتابیں لکھ کر دوامی شہرت حاصل کرلی ہے۔ اس کتاب کی قدر وقعت کے لیے مصنف کے طور پر ان کا نام ہی بہت بڑی ضمانت ہے۔ کتاب قابلِ دید ہے۔ اس کے مطالعہ سے غالب کی زندگی کے کئی نئے گوشے اجاگر ہوتے ہیں۔ ۲۴۶ صفحات کی یہ کتاب عمدہ کاغذ، کتابت، طباعت اور جلد سے آراستہ ہے۔